فکرونظر

حدود آرڈی نینس پر اعتراضات کا جائزہ

انجینئر نوید احمد

ڈائریکٹر قرآن اکیڈمی کراچی

۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۹۹ھ بمطابق ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء کو جنرل ضیاء الحق کے زمانے میں حدود آرڈی نینس کا نفاذ ہوا۔ یہ آرڈی نینس پانچ اجزاء پر مشتمل تھا:

۱) جرمِ زنا (نفاذِ حدود) آرڈی نینس

۲) جرمِ قذف (نفاذِ حد) آرڈی نینس

۳) جائیداد سے متعلق جرائم (نفاذِ حدود) آرڈی نینس

۴) حکمِ امتناع (نفاذِ حد) آرڈی نینس

۵) اجرائے سزائے تازیانہ آرڈی نینس

سیکولر سوچ رکھنے والے دانشور اس آرڈی نینس کے زنا سے متعلق جزو پر وقتاً فوقتاً اعتراض کرتے ہی رہے ہیں' لیکن پچھلے چند ہفتوں سے اِس حوالے سے تبصروں میں کچھ زیادہ ہی تیزی اور شدت آ گئی ہے۔ ایک نجی ٹی وی چینل اور ایک قومی روزنامہ نے اس مسئلہ پر بحث ومباحثہ کا آغاز کیا اور اب اس بحث کی غیر معمولی تشہیر کی جا رہی ہے۔ مناسب ہوگا کہ ذرا گہرائی میں اتر کر حدود' حدود آرڈی نینس اور اس آرڈی نینس پر کیے جانے والے اعتراضات کا جائزہ لیا جائے۔

قرآنِ حکیم میں حدود کا ذکر

قرآنِ حکیم میں ''حدود اللہ'' سے مراد ہیں احکاماتِ شریعت۔ قرآن حکیم میں ''حدود'' کی اصطلاح چودہ مرتبہ آئی ہے' جن میں سے نو مرتبہ یہ اصطلاح احکاماتِ شریعت کے حوالے سے آئی ہے:

۱) سورۃ البقرۃ' آیت ۱۸۷ میں اعتکاف کے دوران بیویوں سے مباشرت کی ممانعت کا حکم دینے کے بعد فرمایا:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ط﴾

''یہ اللہ کی حدود ہیں پس اِن کے قریب بھی مت جاؤ''۔

۲) سورۃ البقرۃ میں پانچ بار حدود کی اصطلاح نکاح اور طلاق کے مسائل کے بیان کے دوران آئی ہے۔

۳) سورۃ النساء میں یہ اصطلاح وراثت کے احکامات کے بعد آئی ہے۔

۴) سورۃ المجادلۃ میں ظہار (شوہر کا قسم کھانا کہ اس کی بیوی ماں یا کسی محرم خاتون کی طرح اُس کے لیے حرام ہوگئی ہے) کے کفارہ کے بیان کے بعد یہ اصطلاح آئی ہے۔

۵) سورۃ الطلاق میں طلاق سے متعلق ہدایات دینے کے بعد اس اصطلاح کا استعمال ہوا ہے۔

قرآن حکیم میں چار بار یہ اصطلاح اللہ کے احکامات کے علم سے غفلت یا روگردانی کی مذمت کے حوالے سے آئی ہے:

۱) سورۃ التوبہ میں فرمایا:

﴿اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٩٧﴾﴾

''دیہاتی لوگ سخت ہیں کفر اور نفاق کے اعتبار سے اور اِسی قابل ہیں کہ ناواقف رہیں اُن احکامِ (شریعت) سے جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے''۔

اس آیت میں گویا دیہاتیوں کو ملامت کی گئی کہ وہ حدود اللہ کا علم حاصل کرنے کے لیے مدینہ آ کر نبی اکرم ﷺ کی صحبت سے فیض حاصل کیوں نہیں کرتے۔

۲) سورۃ النساء میں وعید سنائی گئی :

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾﴾

''اور جو کوئی اللہ اور اُس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے گا اور اُس کی طے کردہ حدود کو پامال کرے گا اللہ اُسے دوزخ میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا' اور اُس کے لیے ذلت کا عذاب ہوگا''۔

۳) سورۃ البقرۃ میں خبردار کیا گیا :

﴿وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾﴾

''اور جو کوئی اللہ کی طے کردہ حدود کو پامال کرتا ہے پس ایسے ہی لوگ ظالم ہیں''۔

۴) سورۃ الطلاق' آیت ا میں آگاہ کیا گیا :

﴿وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ط﴾

''اور جو کوئی اللہ کی طے کردہ حدود کو پامال کرے پس اُس نے اپنی جان پر ظلم کیا''۔

قرآن حکیم میں ایک بار اللہ کے محبوب بندوں کی چوٹی کی صفت بتائی گئی کہ وہ اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں :

﴿اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾﴾ (التوبۃ)

''توبہ کرنے والے' (اللہ کی) بندگی کرنے والے' (اللہ کی) حمد کرنے والے' لذّاتِ دُنیوی سے کنارہ کرنے والے' رکوع کرنے والے' سجدہ کرنے والے' نیک کاموں کا حکم کرنے والے اور بُری باتوں سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے۔ (یہی مؤمن لوگ ہیں' اور اے نبیؐ!) بشارت دیجیے اِن مؤمنوں کو''۔

احادیثِ مبارکہ اور فقہ میں حدود کی اصطلاح

احادیثِ مبارکہ میں اور فقہی اعتبار سے حدود کی اصطلاح بعض جرائم کی انتہائی سزاؤں کے حوالے سے آئی ہے۔ اسلامی شریعت کی رُو سے سزائیں تین قسم کی ہیں : حدود' قصاص اور تعزیرات۔

۱) **حدود** : یہ وہ سزائیں ہیں جو بطورِ حق اللہ متعین کی گئی ہیں۔ چھ جرائم ایسے ہیں جن کی سزائیں حدود کے تحت آتی ہیں :

(ا) ڈاکہ' رہزنی اور بغاوت' جس کی سزا ہے بدترین قتل' یا مخالف سمتوں سے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دینا' یا جلاوطن کرنا' یا سولی چڑھانا۔

(ب) چوری' جس کی سزا ہے ہاتھ کاٹنا۔

(ج) زنا' جس کی سزا غیر شادی شدہ مجرم کے لیے ہے سو (۱۰۰) کوڑے جو کہ قرآن میں بیان ہوئی ہے۔ بعض روایات کے مطابق ایک سال کی جلاوطنی بھی اس میں شامل ہے۔ اور شادی شدہ مجرم کے لیے ہے سنگسار کرنا۔

(د) تہمتِ زنا' جس کی سزا ہے اسّی (۸۰) کوڑے مارنا۔

(ہ) شراب نوشی اور منشیات کا استعمال' جس کی سزا ہے اسّی (۸۰) کوڑے مارنا۔

(ز) ارتداد یعنی دینِ اسلام سے پھر جانا' جس کی سزا ہے قتل کرنا۔

حدود کے نفاذ کے لیے شریعت میں گواہی اور کچھ دیگر شرائط بھی طے کی گئی ہیں' جن کی تفاصیل فقہ کی کتب میں بیان کی گئی ہیں۔ حدود کے ضمن میں متعین سزائیں زمان و مکان بدلنے سے تبدیل نہیں ہوسکتیں۔ اسی طرح حدود کے معاملہ میں جرم ثابت ہونے پر کسی حاکم یا قاضی کو سزا معاف کرنے اور کمی یا بیشی کرنے کا اختیار نہیں۔ اس معاملہ میں سفارش کرنا یا سفارش قبول کرنا بھی حرام ہے۔ توبہ کرنے سے دنیا کی سزا معاف نہیں ہوتی' البتہ آخرت میں معافی مل سکتی ہے۔ البتہ ڈاکہ' رہزنی اور بغاوت کا ارتکاب کرنے

والے مجرم اگر گرفتاری سے پہلے خود کو حکومت کے حوالے کر دیں تو اُنہیں معاف کیا جا سکتا ہے۔

۲) **قصاص** : یہ وہ سزائیں ہیں جو بطورِ حق العبد متعین کی گئی ہیں۔ یہ سزا قتلِ عمد یا کسی کو مجروح کرنے کے جرم میں دی جاتی ہے اور مجرم کے ساتھ وہی کچھ کیا جاتا ہے جو اُس نے متأثرہ شخص کے ساتھ کیا ہو۔ یہ سزا متأثرہ فریق خون بہا لے کر یا بغیر کچھ لیے معاف کر سکتا ہے۔

۳) **تعزیرات** : جن جرائم کی سزائیں اللہ یا اس کے رسول ﷺ نے معین نہیں فرمائیں اور اُنہیں حاکم یا قاضی کے اختیار پر چھوڑ دیا ہے' اُنہیں تعزیرات کہا جاتا ہے۔ یہ سزائیں قید' جرمانہ یا کوڑوں کی صورت میں دی جا سکتی ہیں۔ اگر کسی شخص پر حدود کے نفاذ کی شرائط پوری نہ ہو رہی ہوں یا قصاص کی صورت میں اُسے متأثرہ فریق نے معاف کر دیا ہو' لیکن واضح شواہد سے محسوس ہو کہ جرم سرزد ہوا ہے تو معاشرہ میں مجرموں کی حوصلہ شکنی اور دوسروں کی مال' جان اور آبرو کی حفاظت کے لیے قاضی قید' جرمانہ یا کوڑوں کی سزا دے سکتا ہے۔

معاشرہ میں فتنہ وفساد اور اس کا سدّ باب

دنیا میں اکثر و بیشتر فتنہ وفساد زَن' زر اور زمین کی وجہ سے ہوتا ہے۔ وہ نظام سب سے زیادہ عادلانہ ہے جو اِس حوالے سے زیادتی کی روک تھام کر سکے۔ قیامِ عدل دینِ اسلام کی امتیازی شان ہے۔ اسلام نے معاشرہ میں فساد کو روکنے کے لیے ایسے قوانین وضوابط عطا فرمائے ہیں جو انسانی جان کے احترام' عورت کے ناموس کی حفاظت اور لوگوں کے مال و جائیداد کے تحفظ کے لیے انتہائی مفید اور امن وامان کے ضامن ہیں۔ پھر خاص طور پر عورت' خاندان اور معاشرے کے تحفظ کے لیے زنا جیسے جرم کے سدّ باب کی خصوصی اہمیت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ط وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾﴾ (بنی اسراء یل)

'' اور زنا کے پاس بھی نہ جاؤ' بے شک وہ بے حیائی ہے اور بُرا راستہ ہے''۔

اس آیت میں یہ حکم نہیں دیا گیا کہ'' زنا نہ کرو'' بلکہ فرمایا گیا'' زنا کے قریب بھی مت جاؤ''۔ گویا ان تمام راستوں کو بند کرنے کا حکم ہے جو زنا کی طرف لے جاتے ہیں۔ پھر اس آیت میں زنا کو ''سَآءَ سَبِيْلًا'' یعنی برا راستہ قرار دیا گیا ہے' کیونکہ یہ خاندان کے ادارے کو دو طرح سے تباہ کرتا ہے۔ اوّل یہ کہ شوہر اور بیوی کے درمیان اعتماد اور محبت کا رشتہ ختم ہو جاتا ہے اور گھر میں سکون کی فضا باقی نہیں رہتی' جس سے اولاد پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اسلام گھر میں ایسی فضا قائم کرنا چاہتا ہے کہ شوہر اور بیوی کے لیے تمام جنسی کشش صرف ایک دوسرے میں ہو' تاکہ خاندان کا ادارہ مستحکم ہو۔ دوم یہ کہ والد کو اپنی اولاد کے حوالے سے شک ہو جاتا ہے' لہٰذا وہ اولاد کی پرورش اور تربیت پر مناسب توجہ نہیں دیتا۔ اولاد اِس رویہ کو محسوس کرتی ہے اور پھر ردِ عمل کے طور پر بڑھاپے میں والدین کی خدمت نہیں کرتی۔ ان وجوہات کی بنا پر خاندان کا ادارہ تباہ ہو جاتا ہے اور اس کے مضر اثرات پورے معاشرے پر پڑتے ہیں۔

پاکستان میں ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو جنرل ضیاء الحق صاحب جب ایک فوجی انقلاب کے ذریعے برسرِاقتدار آئے تو انہوں نے ملک میں عادلانہ معاشرے کے قیام کے لیے نفاذِ حدود کی طرف بھی توجہ دی۔ ضیاء الحق مرحوم ایک طرف ملک میں اسلامی نظام کے قیام کی بھی خواہش رکھتے تھے لیکن دوسری طرف اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لیے وہ اُن ساتھی جرنیلوں کو بھی راضی رکھنے پر مجبور تھے جن کی سوچ اسلامی نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ نفاذِ اسلام کے حوالے سے ان کے اکثر اقدامات نیم دلانہ ثابت ہوئے۔ بہرحال پینٹا گون میں مذاکرات سے قبل نمازِ عصر کی ادائیگی اور اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں تقریر سے قبل تلاوتِ کلامِ پاک کی ریکارڈنگ لگانے پر اصرار اس بات کے ثبوت ہیں کہ وہ اسلامی اقدار کے حوالے سے کسی مرعوبیت کا شکار نہیں تھے۔

ملک میں نفاذِ حدود کے لیے موصوف نے دس انتہائی موزوں افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی اور اُسے ایک حدود آرڈی نینس مرتب کرنے کا کام سونپا۔ اس کمیٹی کے ممبران میں چوٹی کے علماء' ماہرینِ قانون اور ریٹائرڈ جج صاحبان شامل تھے۔ علماء کرام میں مولانا ظفر احمد انصاری ؒ' مولانا محمد تقی عثمانی' پیر کرم شاہ الازہریؒ اور ایک نامور دینی اسکالر ڈاکٹر محمود احمد غازی شامل تھے۔ ماہرینِ قانون میں سے اے کے بروہی' خالد اسحاق اور شریف الدین پیرزادہ کمیٹی کے ممبر تھے۔ ریٹائرڈ جج صاحبان میں سے اے کے صمدانی' محمد افضل چیمہ اور صلاح الدین کو کمیٹی میں شامل کیا گیا۔ کمیٹی نے حدود آرڈی نینس کی تیاری کے لیے جس طرح تفصیل اور گہرائی کے ساتھ غور وفکر کیا' اس کی مثالیں پاکستان میں کم ملتی ہیں۔ کمیٹی نے نہ صرف اندرونِ ملک بلکہ بیرونِ ملک نامور ترین اہلِ علم سے تبادلۂ خیال کر کے آرڈی نینس مرتب کیا۔ آرڈی نینس مرتب کرنے کے بعد اس کا ابتدائی مسودہ مختلف وزارتوں' شعبہ ہائے حکومت اور عوامی رائے کے حصول کے لیے مشتہر کیا گیا۔ تقریباً چودہ ماہ کے طویل غور وفکر اور مشاورت کے بعد اُس وقت کی وفاقی کابینہ کی منظوری سے یہ آرڈی نینس نافذ کر دیا گیا۔

[فاضل مضمون نگار نے یہاں ''جرمِ زنا (نفاذِ حدود) آرڈی نینس'' کا مکمل متن بھی نقل کیا تھا' جسے مضمون کی طوالت کے خوف سے حذف کر دیا گیا ہے۔ ادارۂ میثاق]

حدود آرڈی نینس کی منظوری

عام طور پر یہ تأثر دیا جاتا ہے کہ حدود آرڈی نینس کو فردِ واحد نے نافذ کر دیا۔ یہ تأثر درست نہیں۔ سب سے پہلے ۱۹۸۵ء میں وجود میں آنے والی قومی اسمبلی نے اسے منظور کر کے باقاعدہ دستوری تحفظ دیا۔ بعدازاں ۱۹۸۸ء' ۱۹۹۰ء' ۱۹۹۳' ۱۹۹۷ء اور ۲۰۰۲ء میں قائم ہونے والی اسمبلیوں نے بھی اس آرڈی نینس کو برقرار رکھا اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

حدود آرڈی نینس کے بارے میں موجودہ بحث ومباحثہ

اس سال ماہِ جون میں اچانک ایک نجی ٹی وی چینل نے حدود آرڈی نینس پر گفتگو کا آغاز کیا اور اب مسلسل کئی ہفتوں سے اسے بحث کا موضوع بنایا ہوا ہے۔ اخبارات میں جہازی سائز کے اشتہارات دیے جا رہے ہیں۔ علماء اور دانشوروں کے درمیان مکالمات' سادہ لوح علماء کے بیانات اور بعض جید علماء کے سیاق وسباق سے علیحدہ بیانات کو شائع کر کے آرڈی نینس پر اعتراضات وارد کیے جا رہے ہیں اور اس آرڈی نینس میں ترمیم کی ایک مہم چلائی جا رہی ہے۔ اس مہم میں آرڈی نینس کی مخالفت واضح طور پر غالب محسوس ہوتی ہے۔ ایسا تأثر پیش کیا جا رہا ہے جیسے اِس وقت مسلمانانِ پاکستان کو صرف ایک ہی مسئلہ درپیش ہے اور وہ ہے حدود آرڈی نینس۔ اس آرڈی نینس کے حوالے سے جو اشتہاری مہم شروع کی گئی ہے اس سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانانِ پاکستان کے ایمان ویقین کی بقاء اس مسئلہ کے حل ہی میں مضمر ہے۔ جس فراخ دلی سے اس مہم میں کروڑوں روپے اور دوسرے مادی وسائل جھونک دیے گئے ہیں اور جس قماش کے دانشوروں کی خدمات حاصل کی گئی ہیں اس سے اسلام اور احکاماتِ شریعت کے خلاف گہری سازش کی بو آتی ہے۔ یہ زبردست مہم صاف چغلی کھا رہی ہے کہ یہ بش اینڈ کمپنی کے شروع کردہ کروسیڈ کا علمی' قلمی اور نشریاتی محاذ ہے جس نے اسلام کے شرعی احکامات کو اپنا ہدف بنا لیا ہے اور اُن پر حملہ کر رہا ہے۔ گویا:

اُنہی کی محفل سنوارتا ہوں' چراغ میرا ہے رات اُن کی
اُنہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں' زبان میری ہے بات اُن کی

نتیجتاً حکومت کی طرف سے حدود آرڈی نینس کو منسوخ کرنے کے بیانات بھی آنا شروع ہو گئے ہیں۔

حدود آرڈی نینس پر اعتراضات

روزنامہ جنگ کراچی کی ۱۴ جون ۲۰۰۶ء کی اشاعت میں حدود آرڈی نینس پر گیارہ اعتراضات شائع کیے گئے ہیں۔ ذیل میں ان اعتراضات کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ چار اعتراضات کا تعلق آرڈی نینس میں کسی نقص سے نہیں بلکہ عمل درآمد کی خرابی سے ہے:

۱) کسی کو بدنام کرنے کے لیے اس آرڈی نینس کے تحت جھوٹے مقدمہ کا اندراج کرایا جاتا ہے اور پولیس الزام ثابت ہونے سے پہلے ہی ملزم یا ملزمہ کو قید کر لیتی ہے۔

۲) مقدمہ سچا ہو یا جھوٹا' فیصلہ ہونے تک خواتین کو قید رکھا جاتا ہے جس سے اُن کی نیک نامی پر حرف آتا ہے اور معاشرہ انہیں قبول نہیں کرتا۔

۳) ایک خاتون کا حاملہ ہونا اُس کے مجرم ہونے کا ثبوت سمجھا جاتا ہے' جب تک وہ ثابت نہ کرے کہ اس کے ساتھ زنا بالجبر ہوا ہے۔

۴) عصمت دری کی شکایت دائر کرنے والی خاتون کے بیان کو اعترافِ گناہ قرار دے کر موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا چار اعتراضات میں بیان شدہ مظالم دراصل نتیجہ ہیں ہمارے ضابطۂ فوجداری کی پیچیدگیوں اور تفتیشی ایجنسیوں کی ناقص کارکردگی اور بدنیتی کا۔ پاکستان میں ہر قانون کے مقاصد عمل درآمد کرنے والے اہلکاروں کے طرزِ عمل کی وجہ سے پورے نہیں ہوتے۔ اب تو یہ کہا جاتا ہے کہ قانون بنتا ہی اسی لیے ہے تاکہ سرکاری اہلکاروں اور پولیس کو رشوت ستانی اور بھتہ خوری کے نئے مواقع حاصل ہو جائیں۔ اس مسئلہ کا یہ حل نہیں کہ قانون ہی ختم کر دیں' بلکہ خرابی پیدا کرنے والے عناصر کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ حدود آرڈی نینس کے حوالے سے مندرجہ بالا تمام زیادتیوں کی وجہ ملک میں رائج جاگیرداری کلچر' پولیس کے نظام کی خرابیاں اور غیر اسلامی معاشرتی برائیاں ہیں۔ لہٰذا توجہ اِن مسائل کی اصلاح کی طرف ہونی چاہیے نہ کہ حدود آرڈی نینس کی مخالفت اور اس میں ترامیم پر۔

پانچواں اعتراض: الزام ثابت نہ کرنے والوں کے خلاف قذف کی حد نافذ نہیں کی جاتی اور اس کے لیے مورد الزام ٹھہرنے والے کو علیحدہ سے درخواست دائر کرنی پڑتی ہے۔

الزام لگانے والے کے خلاف قذف کی حد جاری کرنے کے لیے علیحدہ سے درخواست دینے کا ضابطہ ایک خاص سبب سے بنایا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ الزام سچا ہو لیکن الزام لگانے والا مطلوبہ شہادتیں فراہم نہ کر سکے۔ ایسے میں مجرم تو سزا سے بچ جائے گا اور وہ یہ جانتے ہوئے کہ الزام لگانے والا سچا ہے' اُس کے خلاف قذف کی حد جاری کرنے کی درخواست دائر نہیں کرے گا۔ دوسری صورت میں الزام لگانے والا الزام ثابت نہ کرنے پر قذف کا مجرم ٹھہرے گا۔

چھٹا اعتراض: حدود آرڈی نینس کا اطلاق غیر مسلموں پر بھی کر دیا گیا ہے' جبکہ اسلامی ریاست میں شریعت کا تقاضا ہے کہ غیر مسلم اپنے طور طریقوں کے مطابق زندگی گزار سکتے ہیں اور اُن پر مقدمات بھی ان کی مذہبی تعلیم کے مطابق چلنے چاہئیں۔

شخصی قوانین میں تو ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے فرد کو یہ مکمل آزادی ہوتی ہے کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کروائے' جیسے نکاح وطلاق اور وراثت سے متعلق مسائل میں ہر مذہب کے لوگ اپنے قوانین کے مطابق فیصلہ کرواسکتے ہیں۔ البتہ وہ ملکی قوانین جن کا تعلق امن وامان اور معاشرے میں جرائم کی بیخ کنی سے ہوتا ہے' ان کا اطلاق بلاتفریق تمام شہریوں پر کیا جاتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔ پوری دنیا میں یہی اُصول رائج ہے۔ مثلاً امریکہ میں اگر ایک مسلمان عورت ظلم کا شکار ہوتی ہے تو وہ یہ مطالبہ نہیں کرسکتی کہ ظالم کو اسلامی قانون کے مطابق سزا دی جائے' بلکہ وہاں کے ملکی قانون کا اطلاق ہوگا۔ اسلامی سزاؤں کا مقصد ہی جرائم کا سدّ باب اور اُن کی بیخ کنی ہے۔ اگر یہ اُصول اپنا لیا جائے کہ مسلمان کو تو زنا کے جرم میں کوڑے مارے جائیں گے اور غیر مسلموں کو اس حد سے مستثنیٰ قرار دے دیا جائے گا تو اس سے جرم کے ارتکاب کا دروازہ کھل جائے گا اور معاشرے میں ان جرائم کی شرح بڑھ جائے گی۔ فرض کیجیے کہ ایک غیر مسلم' مسلمان عورت کے ساتھ زنا کے جرم کا ارتکاب کرے' اب مسلمان عورت پر تو حد جاری کی جائے اور غیر مسلم کو ہلکی سزا دی جائے' تو یہ ناانصافی ہے۔ امام مالکؒ کے سوا تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ حدود کا تعلق ملکی قوانین (law of the land) سے ہے اور ان کا اطلاق ملک میں بسنے والے تمام شہریوں پر ہوگا۔

ساتواں اعتراض: گواہوں کے معیار کا تعین کرتے ہوئے حدود آرڈی نینس میں مذہب اور جنس کی بنیاد پر تمیز کی گئی ہے اور یہ شریعت کے منافی ہے۔

سورۃ النساء میں جب بدکاری کرنے والی خواتین کے خلاف سزا کا ابتدائی حکم آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ فَاسْتَشْہِدُوْا عَلَیْہِنَّ اَرْبَعَۃً مِّنْکُمْ ۚ فَاِنْ شَہِدُوْا فَاَمْسِکُوْہُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰہُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰہُ لَہُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾﴾

''اور تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں اُن پر اپنے لوگوں میں سے چار آدمیوں کو گواہ بناؤ۔ پھر اگر وہ (اُن کی بدکاری کی) گواہی دیں تو اُن عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ موت اُن کا کام تمام کر دے یا اللہ اُن کے لیے کوئی اور سبیل پیدا کر دے''۔

اس آیت میں ''مِنْکُمْ'' کا لفظ ثابت کر رہا ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے کہ گواہ مسلمانوں میں سے ہونے چاہئیں۔ گواہوں کے مسلمان ہونے کی شرط چند دیگر مسائل میں بھی عائد کی گئی ہے' مثلاً ادھار لین دین کے معاملہ میں (البقرۃ: ۲۸۲)' وصیت کی گواہی میں (المائدۃ: ۱۰۶) اور ایک یا دو طلاقوں کے بعد عدت پوری ہونے پر بیوی کو رخصت کرنے یا اُس سے پھر سے تعلق قائم کرنے کی صورت میں (الطلاق: ۲)۔

گواہی دینا کوئی اعزاز نہیں' بلکہ ایک بھاری ذمہ داری ہے۔ آرڈی نینس میں عورت کو گواہی کی ذمہ داری سے الگ رکھا گیا ہے۔ یہ دراصل ایک رعایت ہے جو خواتین کو دی گئی ہے۔ زنا بالرضا کے مقدمات میں گواہی کے مخصوص الفاظ نیز مخالف وکلاء کی مخصوص جرح خواتین کے لیے سخت ذہنی کوفت کا باعث بن سکتے ہیں۔ اسی لیے احترامِ نسوانیت کے سبب ایسے مقدمات میں خواتین کو گواہی سے مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے چار مردوں کی گواہی طلب کی گئی ہے۔ اگر معاملہ تعزیرات کا ہو یا زنا بالجبر کا ہو تو عورت کی گواہی بھی قبول کی جاسکتی ہے۔

آٹھواں اعتراض: اگر زنا بالرضا کے لیے شہادتیں ناکافی ہوں تو پھر آرڈی نینس کے ذریعے تعزیرات کا سہارا لیا جاتا ہے جو عدل کے منافی ہے۔

اگر چار سے کم گواہوں کی موجودگی میں یہ ثابت ہو جائے کہ ایک مرد اور ایک عورت آپس میں بے حجاب تھے تو گواہ صرف بے حجابی کی گواہی دیں گے اور ایسے لوگوں کے خلاف تعزیر کے تحت سزا کا حکم دیا جاسکتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنے الزام کو ثابت کرنے کے لیے بے حجاب تصاویر پیش کر دے۔ اب ایسے میں مجرم کو بالکل معاف کر دینا معاشرے میں بے حیائی کے فروغ کا باعث ہوگا۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ معارف القرآن' جلد سوم میں اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''یہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جن صورتوں میں حدِ شرعی کسی شبہ یا کسی شرط کی کمی کی وجہ سے ساقط ہو جائے تو یہ ضروری نہیں کہ مجرم کو کھلی چھٹی مل جائے جس سے اس کو جرم پر اور جرأت پیدا ہو' بلکہ حاکم اس کے مناسبِ حال اس کو تعزیری سزا دے گا' اور شریعت کی تعزیری سزائیں بھی عموماً بدنی اور جسمانی سزائیں ہیں' جن میں عبرت انگیز ہونے کی وجہ سے انسدادِ جرائم کا مکمل انتظام ہے۔ فرض کیجیے کہ زنا کے ثبوت پر صرف تین گواہ ملے اور گواہ عادل وثقہ ہیں جن پر جھوٹ کا شبہ نہیں ہو سکتا' مگر از روئے قانونِ شرع چوتھا گواہ نہ ہونے کی وجہ سے اس پر حدِ شرعی جاری نہیں ہو گی' لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کو کھلی چھٹی دے دی جائے' بلکہ حاکمِ وقت اس کو مناسب تعزیری سزا دے گا جو کوڑے لگانے کی صورت میں ہو گی' یا چوری کے ثبوت کے لیے جو شرائط مقرر ہیں ان میں کوئی کمی یا شبہ پیدا ہونے کی وجہ سے اُس پر حدِ شرعی ہاتھ کاٹنے کی جاری نہیں ہو سکتی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بالکل آزاد ہو گیا' بلکہ اس کو دوسری تعزیری سزائیں حسبِ حال دی جائیں گی۔

اسی طرح زخموں کے قصاص کا بھی یہی حال ہے۔ یہ بات آپ پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ حدود یا قصاص کے ساقط ہو جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مجرم کو کھلی چھٹی مل جائے' بلکہ حاکمِ وقت تعزیری سزا جتنی اور جیسی مناسب سمجھے دے سکتا ہے' اس لیے یہ شبہ نہ ہونا چاہیے کہ اگر خون کے مجرم کو اولیاءِ مقتول کے معاف کرنے پر چھوڑ دیا جائے تو قاتلوں کی جرأت بڑھ جائے گی' اور قتل کی واردات عام ہو جائیں گی' کیوں کہ اس شخص کی جان لینا تو ولیٔ مقتول کا حق تھا' وہ اس نے معاف کر دیا' لیکن دوسرے لوگوں کی جانوں کی حفاظت حکومت کا فرض اور لوگوں کا حق ہے' وہ اس حق کے تحفظ کے لیے اس کو عمر قید کی یا دوسری قسم کی سزائیں دے کر اس خطرہ کا انسداد کر سکتی ہے''۔

نواں اعتراض: حدود آرڈی نینس میں حد کی سزا کا ذکر کرتے ہوئے یہ خیال نہیں رکھا گیا کہ جرم کی نوعیت اور مجرم کے حالات کیا تھے جن میں جرم سرزد ہوا۔ مثلاً قرآن میں لونڈی کی سزا نصف یعنی پچاس (۵۰) کوڑے ہے۔

اسلامی ریاست کا ایک مقصد ہے کہ معاشرے کو پاکیزہ بنایا جائے۔ اس کے لیے ایک طرف ضروری ہے کہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے معاشرہ میں شرم وحیا کی اقدار کا احیاء کیا جائے اور دوسری طرف سخت قوانین کے ذریعے بے حیائی کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ حدود آرڈی نینس کے ذریعے سخت قوانین کا نفاذ تو کر دیا گیا' اب یہ بھی ضروری ہے کہ معاشرہ میں ایسی تمام سرگرمیوں پر پابندی ہو جو زنا کا محرک بنتی ہیں' اور معاشرے میں شرم وحیا کی اقدار کے فروغ کے لیے خصوصی اہتمام کیا جائے۔ بدقسمتی سے آج جن ذرائع ابلاغ کے ذریعے حدود آرڈی نینس کے خلاف مہم چلائی جا رہی ہے وہی معاشرے کو پاکیزہ بنانے کے بجائے بگاڑنے میں پیش پیش ہیں۔ پردے کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ قرار دیا جاتا ہے' اشتہارات' ڈراموں اور فلموں کے ذریعے بے حیائی کی اشاعت کی جا رہی ہے' جنسی اسکینڈلز کو عام کر کے ذہن خراب کیے جا رہے ہیں' محبت کی شادیوں کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے' عورتوں کو گھروں سے باہر نکلنے اور بے حجاب ہونے کی ترغیب دی جاتی ہے' فنکاروں اور گلوکاروں کو بڑی اہمیت دے کر اُن کے انٹرویو شائع کیے جا رہے ہیں اور اُنہیں حسن کارکردگی کے ایوارڈ دیے جا رہے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ جس معاشرے میں فحاشی اور عریانی عروج پر ہو' میڈیا کے زیر اثر نوجوان نسل تیزی سے بے راہ روی کا شکار ہو رہی ہو تو ان حالات میں حد زنا کی سخت سزاؤں کا نفاذ غیر مناسب ہے۔ لہٰذا جب تک برائی پر آمادہ کرنے والے تمام عناصر کا قلع قمع نہیں کر دیا جاتا اور ایک مثالی اسلامی معاشرہ وجود میں نہیں آ جاتا اُس وقت تک اس قانون کو ختم کر دینا چاہیے۔

دورِ حاضر کے انسانی معاشرے میں مثالی اسلامی معاشرے کا قیام ایک مشکل بات ہے۔ نیز اس بات کا تعین کرنا بھی ممکن نہیں کہ معاشرہ مثالی بن چکا ہے یا نہیں۔ اسلام نے جس مثالی معاشرے کی تصویر کشی کی ہے وہ دراصل ایک ہدف ہے جس کے حصول کے لیے مسلسل جدوجہد کرنا ضروری ہے۔ دورِ حاضر میں جو معاشرے مہذب کہلاتے ہیں وہاں بھی چوری' ڈاکہ' فراڈ اور خواتین کی بے حرمتی جیسے واقعات بڑی تعداد میں وقوع پذیر ہوتے ہیں' اس لیے یہ اعتراض محض فرار کا ایک راستہ ہے۔ دراصل معاشرے سے برائیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے اور اسے مثالی معاشرہ بنانے کے لیے ہی قوانین بنائے اور نافذ کیے جاتے ہیں۔ حدِ زنا کا قانون بھی معاشرے کو پاکیزہ بنانے کے لیے بنایا گیا ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ موجودہ حالات میں جب کہ بہت سے عناصر افراد کو جرم زنا کے ارتکاب پر مجبور کر رہے ہیں' سنگسار کرنے یا کوڑے لگانے جیسی سخت سزاؤں کا قانون نامناسب ہے۔ ہمارے خیال میں مسئلہ کا حل یہ ہرگز نہیں کہ اس قانون کو ہی ختم کر دیا جائے' بلکہ دراصل ان عناصر کا خاتمہ ہونا چاہیے جو معاشرے کو برائی کی آماج گاہ بنا رہے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ حدِ زنا کا قانون کوئی جامد قانون نہیں۔ دراصل یہ عدالتوں کا کام ہے کہ وہ مقدمہ کی تفصیلات' واقعات کا پس منظر' جرم کے محرکات اور ملزم کے حالات کو پیشِ نظر رکھ کر مقدمہ کا فیصلہ کریں اور سزا کا تعین کریں۔ شریعتِ اسلامی میں ذرا سا شائبہ بھی حدِ زنا کو ساقط کر دیتا ہے۔ شریعت کا مستقل اُصول

ہے کہ ''شبہات کی بنا پر حدود ساقط ہو جاتی ہیں''۔ اس کا اندازہ اس حقیقت سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۷۹ء سے لے کر اب تک حد کی سزا پاکستان میں نافذ نہیں کی گئی' لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ان مقدمات میں تمام ملزموں کو بری کر دیا جاتا ہے' بلکہ عدالت کو مقدمہ کے حالات کے مطابق تعزیری سزا دینے کا اختیار حاصل ہے۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک قانون کو ختم کرنے کی بجائے معاشرے کو مثالی معاشرہ بنانے کی کوشش کی جائے اور افراد کی اصلاح و تربیت کرنے پر زور دیا جائے۔

دسواں اور گیارھواں اعتراض : یہ دونوں اعتراضات زنا بالجبر کے حوالے سے ہیں۔ ان میں سے پہلا اعتراض یہ ہے کہ زنا بالرضا اور زنا بالجبر کی سزاؤں میں فرق ہونا چاہیے۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ زنا بالرضا اور زنا بالجبر کے لیے معیارِ شہادت میں بھی فرق ہونا چاہیے۔

حدود آرڈی نینس کے خلاف مہم میں یہ تأثر بڑی شدت کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے کہ اس میں زنا بالرضا اور زنا بالجبر میں کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ یہ ایک بہتان ہے۔ آرڈی نینس کی دفعہ نمبر ۶ میں واضح طور پر اس کا ذکر ہے کہ:

ایک شخص زنا بالجبر کا ارتکاب کرے گا اگر وہ کسی ایسے مرد یا کسی ایسی عورت سے مباشرت کرتا ہے جس کے ساتھ اُس کا جائز نکاح نہیں ہے' بشرطیکہ حالات مندرجہ ذیل ہوں:

(ا) زیادتی کے شکار کی رضامندی کے خلاف

(ب) زیادتی کے شکار کی رضامندی کے بغیر

(ج) زیادتی کے شکار کی رضامندی سے' جب یہ رضامندی موت یا زخمی کرنے کا خوف دلا کر حاصل کی گئی ہو

(د) زیادتی کے شکار کی رضامندی سے' جب مجرم جانتا ہو کہ اس کا اس سے جائز نکاح نہیں ہے اور زیادتی کا شکار سمجھتا ہو کہ وہ وہی شخص ہے جس کے ساتھ اس کا جائز نکاح ہے۔

پھر زنا بالجبر کے لیے سزا کو بھی زیادہ سخت کرنے کا ذکر آرڈی نینس کی اسی دفعہ کے تحت ان الفاظ میں موجود ہے :

(ا) اگر وہ مرد یا عورت محصن ہے تو اسے عوام الناس کے سامنے سنگسار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔

(ب) اور اگر وہ مرد یا عورت محصن نہیں تو اُسے عوام الناس کے سامنے سو (۱۰۰) کوڑے لگائے جائیں گے اور کوئی دیگر سزا بھی دی جائے گی جو مقدمہ کے حالات کے مطابق عدالت مناسب سمجھے۔ یہ سزائے موت بھی ہو سکتی ہے۔

وفاقی شرعی عدالت بھی اس حوالے سے پہلے ہی نوٹس لے چکی ہے۔ ۱۹۹۰ء میں مشہور مقدمہ ''رشیدہ پٹیل بنام وفاق پاکستان'' میں عدالت نے زنا بالجبر کو حرابہ سے مشابہ قرار دیا۔ حرابہ کی سزا قرآنِ حکیم میں سورۃ المائدۃ میں بیان ہوئی :

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط ذٰلِکَ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۳۳﴾﴾

''جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرتے پھریں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کر کے ٹکڑے کر دیے جائیں' یا سولی چڑھا دیے جائیں' یا اُن کے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیے جائیں یا جلاوطن کر دیے جائیں۔ یہ تو دنیا میں اُن کی رسوائی ہے اور آخرت میں اُن کے لیے بڑا (بھاری) عذاب (تیار) ہے''۔

وفاقی شرعی عدالت نے مقدمہ کی سماعت کے دوران ریمارکس دیے کہ کسی خاتون کی عزت لوٹنا رقم لوٹنے سے زیادہ برا ہے' اس لیے زنا بالجبر حرابہ کی تعریف میں داخل ہے۔ زنا بالرضا اللہ کی حق تلفی ہے اور زنا بالجبر اللہ اور بندے دونوں کے حقوق کی پامالی ہے۔ یکم فروری ۱۹۹۰ء کو وفاقی شرعی عدالت نے فیصلہ دیا کہ :

''زنا بالجبر عام زنا سے بالکل ایک مختلف جرم ہے اور یہ فساد فی الارض اور حرابہ کی تعریف میں آتا ہے' اس لیے دفعہ ۸ (شہادت سے متعلق حدود آرڈی نینس کی دفعہ) میں زنا بالجبر کے لیے مطلوبہ ''چار مسلمان مردوں'' کا نصابِ شہادت قرآن وسنت کے مخالف ہونے کی وجہ سے ترمیم طلب ہے''۔

حدود آرڈی نینس کے خلاف مہم چلانے والے اکثر و بیشتر وہ لوگ ہیں جو مغربی اقدار سے مرعوب ہیں اور اسی مغربی سوچ کے زیر اثر اسلامی تعلیمات کو خواتین پر ظلم وستم کا موجب سمجھتے ہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ خواتین کے ناموس کا سب سے بڑا محافظ دین اسلام ہے۔ یہ حقیقت اُن نو مسلم خواتین کے بیانات سے بھی واضح ہوتی ہے جو مغربی تہذیب کی زیادتیوں کا شکار ہوئیں اور اب دین اسلام کی رحمت کے سایہ تلے ہیں۔ ستر و حجاب کی تعلیمات اور مخلوط محافل سے اجتناب ایک عورت کے وقار اور عصمت کی حفاظت کے ضامن ہیں۔ اسلام نے عورت کو جو حقوق دیے ہیں اُن کے مطابق ایک مرد کے لیے لازم ہے کہ وہ نکاح کے ذریعے ضمانت دے کہ وہ عورت کو مہر ادا کرے گا' زندگی بھر اُس کی حفاظت کرے گا' اسے تمام ضروریاتِ زندگی فراہم کرے گا اور بعد از وفات وہ اس کی وراثت میں شریک ہوگی' تب ہی وہ اُس عورت سے جنسی تعلق قائم کر سکتا ہے۔ اس کے

برعکس مغرب نے عورت پر اولاد کی پیدائش اور پرورش کے کٹھن بوجھ کے ساتھ ساتھ معیشت کی ذمہ داری بھی ڈال دی' اپنے تجارتی مفادات کے لیے عورت کو برہنہ کر کے اشتہاری کھلونا بنا دیا اور گھر سے باہر نکال کر اُس کی عصمت کو ایسے ناقابلِ تلافی خطرات سے دوچار کر دیا کہ اب عورت کی آبروریزی اُس معاشرے میں ایک معمول بن چکی ہے۔ان جرائم کے مرتکب عناصر عورتوں کے حقوق کی بات کس مُنہ سے کرتے ہیں؟ پاکستان میں کتنی خواتین ہیں جو حدود آرڈی نینس کے تحت قید ہیں یا سزا پا چکی ہیں؟ حال ہی میں جب صدر پرویز مشرف صاحب نے ایک آرڈی نینس کے ذریعے خواتین قیدیوں کی رہائی کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ اس آرڈی نینس کے تحت قید ہونے والی خواتین کی تعداد دیگر مقدمات کے مقابلہ میں انتہائی کم ہے۔ پھر پاکستان کی جیلوں میں عورتوں سے کہیں زیادہ تعداد اُن مردوں کی ہے جو ناحق قید کی مشقت اٹھا رہے ہیں۔عورت کی مظلومیت کے اظہار کے درپردہ دراصل اسلام دشمن عزائم کارفرما نظر آتے ہیں۔

تجاویز

۱) حدود آرڈی نینس کے حوالے سے اعتراضات پر غور کرنے کے لیے حکومت جید علمائے کرام اور ماہرینِ قانون پر مشتمل کمیٹی تشکیل دے اور اُنہی کی سفارشات پر اگر کوئی ترمیم ضروری محسوس ہو تو کی جائے۔

۲) جو فعل معاشرے کے لیے نقصان دہ ہو اُس کو روکنے کے لیے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ اسے بس قانوناً جرم قرار دیا جائے' اور اس کے لیے ایک سزا مقرر کر دی جائے' بلکہ اس کے ساتھ ساتھ چار قسم کی تدابیر اور بھی اختیار کرنے کی ضرورت ہے:

i) یہ کہ تعلیم و تربیت اور وعظ و تبلیغ کے ذریعے افراد کی ذہنیت درست کی جائے اور اُن کے نفس کی اُس حد تک اصلاح کر دی جائے کہ وہ خود اُس فعل سے نفرت کرنے لگیں اور اُسے گناہ تصور کریں۔

ii) یہ کہ معاشرے میں رائے عامہ کو اس گناہ یا جرم کے خلاف اس حد تک تیار کر دیا جائے کہ معاشرے کا اجتماعی ضمیر ایسے جرائم کو برداشت نہ کرے اور عام لوگ اسے عیب تصور کرنے لگیں اور اس کے مرتکب سے نفرت کریں۔

iii) یہ کہ معاشرے سے ایسے تمام اسباب کا قلع قمع کر دیا جائے جو اس جرم کی تحریک پیدا کرنے والے ہوں اور اس کی ترغیب و تحریص دلانے والے ہوں' جیسے مخلوط معاشرت' ستر و حجاب کے احکامات کی خلاف ورزی' بے پردگی و بے حیائی کی ہر صورت' نکاح کو مشکل اور مہنگا بنانے والی رسومات اور جنسی جذبے میں ہیجان پیدا کرنے والے تمام امور' مثلاً شراب نوشی' رقص و موسیقی' فحش لٹریچر' عریاں تصاویر' بے ہودہ فلمیں اور ڈرامے وغیرہ۔

iv) معاشرتی زندگی میں ایسی رکاوٹیں پیدا کر دی جائیں کہ اگر کوئی شخص ان جرائم کا ارتکاب کرنا بھی چاہے تو نہ کر سکے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الَّذِیْنَ حَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِکَ ۔ آمین!